

ظفر عباس کی "بازگشتِ اقبال" ایک مطالعہ
Zafar Abbas ki "Bazgasht e Iqbal" aik Mutalia

Professor Dr. Irfan Ullah Khattak
Chairman Department of Urdu, Govt. Post Graduate College Bannu, KPK.
Email: irfanullahibm@gmail.com

Received on: 10-01-2022

Accepted on: 14-02-2023

Abstract

Iqbal's personality, his work, and his message are so great and enchanting that it had captivated the world since long and it seems difficult to escape from his bewitching artistic strokes. Iqbal's poetry is universal and divine. It's misapprehension to assimilate the sublimity of his poetic imagination and then keep on soaring high with it. However, there exist a few admirers of Iqbal who transcends these limits and felt the depth of his poetry, resulting in authoring a book "Bazgasht-e-Iqbal" by Zafar Iqbal. In this literary work, he chose sixty poems of Iqbal for "TAZMEEN" - an Urdu literary genera in which one or two lines of an original stanza of a poem are replaced with corresponding lines by some other poet. He made an attempt (deliberate or accidental) to present Iqbal's grand style and diction which display a fine blend of Urdu and Persian languages without marring the spirit. He rendered a great service by further elaborating Iqbal's poetic philosophy like 'Khudi', 'Sifat-e-Shaheeni', 'Rasm-e-Shabbiri' etc. No doubt it's a laudable effort by the author to discover new aspects of Iqbal's poetic thought. This literary work will prove a valuable addition for our youth in understanding Iqbal's literary work and his thought.

Keywords: Bazgasht e Iqbal, Poetry, Tazmeen, Literary work, Imagination, Philosophy.

کسی کی ایک نظر سے سنور گیا اقبالؔ جہان والوں کو حیران کر گیا اقبالؔ
ستار و تم ہی بتاؤ کدھر گیا اقبالؔ مقام عقل سے آساں گزر گیا اقبالؔ
مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ" (۱)

اقبالؔ باکمال کی شخصیت، فن اور پیغام اس قدر پر اثر، پر اسرار، حیرت انگیز اور عظیم ہیں کہ زمانہ کبھی اقبال کے حلقہء اثر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اقبالؔ ایک آفاقی اور وجدانی شاعر ہیں اُن کی رفعت خیال تک پہنچنا اور پھر مقام شوق کی وسعتوں میں اُن کے ہمراہ محو پرواز ہونا خام خیالی ہے۔

تلواریں ہواؤں کی رگ جاں پہ ہے میری پرواز جواب تخت سلیمان پہ ہے میری
میرے لیے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے" (۲) "بجلی ہوں نظر کوہ و بیابان پہ ہے میری
جہاں تک اقبالؔ فہمی کا تعلق ہے، خود اقبالؔ بھی اقبالؔ سے آگاہ نہ تھے پھر بھلا کوئی اور اُن کے افکار کا کماحقہ، کیسے ادراک کر سکتا ہے مگر یہ بھی

حقیقت ہے کہ "محرم راز درون میخانہ" کی نوائے شوق حریم ذات میں ہمیشہ گونجتی اور اہل بصیرت کو دعوت فکر و عمل دیتی رہیں گی۔ گونج یا بازگشت ہمیشہ اصل صدا کے مشابہ اور متوازی ہوتی ہے اور اُس میں وسعت اور پھیلاؤ پیدا کرتی ہے۔ اسی بازگشت کو گوش دل سے سُن کر "بازگشتِ اقبال" کی صورت میں ظفر عباس نے پیش کیا۔ "بازگشتِ اقبال" کے خالق ظفر عباس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ آپ ۳۱ مارچ ۱۹۴۷ء کو کلور کوٹ تحصیل بھکر میں پیدا ہوئے۔ اور ایک ادبی گھرانے میں پروان چڑھے۔ اردو اور انگریزی ادب میں ماسٹر ڈگری ہولڈر ہیں نیز عربی اور فارسی زبان پر عبور رکھتے ہیں۔ ماہر مضمون انگریزی کی حیثیت سے گریڈ اٹھارہ میں تین سال بعد قبل از وقت ختم ریٹائرمنٹ لی اور اپنے ادبی مشاغل میں منہمک ہیں۔ آپ کے ہاں شاعری کا ہر کلاسیکی رنگ موجود ہے جس کا کسی اور مقالے میں احاطہ کریں گے لیکن فی الحال ہم ان کے "بازگشتِ اقبال" کا جائزہ لیں گے۔

ظفر عباس علامہ محمد اقبالؒ کے آفاقی پیغام انسانیت اور خصوصاً ملتِ اسلامیہ کو بیدار اور مائل بہ عمل کرنے کے سلسلے میں ہر باضمیر انسان اور ہر مخلص مسلمان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے بچپن سے ہی اقبالؒ کی شخصیت اور کلام سے کافی اثر لیا اور ادب اور فارسی ادب میں دلچسپی نے اقبالیات کے سلسلے میں ان کے ذوق و شوق کو اور بھی نکھار دیا۔ اُن کے مطابق اگرچہ انہوں نے کرم ہائے کتابی کی طرح اقبالؒ کا مکمل مطالعہ تو نہیں کیا لیکن اقبالؒ کا پیغام اور شاعری ان کی طبیعت پر خلل کر گیا۔ اس کے علاوہ وہ علامہ اقبالؒ کی طرح عشق رسولؐ کو اپنی زندگی کی متاعِ گراں سمجھتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی طرح وہ اتحادِ ملتِ اسلامیہ اور انسانیت کے عالمگیر شعور کو بھی وقت کی ضرورت سمجھتے ہیں اقبالؒ کے کلام میں ان تمام خوبیوں سے متاثر ہو کر یہ کاوش انہوں نے ۲۰۱۰ء میں کی۔

ان کی کتاب کے پیش لفظ کے مطابق:

"میں نے یہ خون جگر ریزی صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ میں کی ہے یہ کلام میں نے بغیر زیادہ کاوش کے وجدانی طور پر کہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ افکار مجھے پردہ غیب سے القا ہوئے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ اگر علامہؒ (مرحوم) حیات ہوتے تو یقیناً خوشگوار حیرت اور روحانی مسرت سے اپنے اس پیامِ آفاقی کی توسیع کی تائید فرماتے،" (۳)

کتاب میں انہوں نے علامہ اقبالؒ کی اپنے لحاظ سے منتخب ساٹھ چھوٹی بڑی منظومات کی تضمین کی ہے جن میں سب سے مختصر دو اشعار پر مشتمل ہے جس کو انہوں نے ۲ بند کی صورت میں وسیع کر دیا ہے۔ اسی طرح طویل ترین نظم کو انہوں نے محسن کے انداز سترہ بند میں تبدیل کیا۔ اس میں حضرت اقبالؒ کا خونِ دل اور ظفر عباس کا خون جگر و نسبت تین سے شامل ہے ہر بند کے پہلے تین مصرعوں کے بعد علامہ مرحوم کے دو مصرعے واوین "....." میں درج ہیں۔ ان کے اس کام کو دیکھ کر ملک کے ممتاز ماہر اقبالیات ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے ظفر عباس کو لکھتے ہیں:

"میں ظفر عباس کی اس کتاب "بازگشتِ اقبال" کو توسیعِ اقبال ہی کہوں گا،" (۴)

اس تصنیف میں انہوں نے ارادی یا غیر ارادی طور پر اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ اقبال کا انداز فارسی اور اردو کا حسین امتزاج ہے جو انہی کے افکار کو انہی کے باوقار انداز میں پیش کیا جائے۔ علامہ اقبالؒ نے جہاں کہیں فارسی زبان کا شعر اپنے کلام میں لکھا ہے تو انہوں نے بھی تین مصرعے فارسی زبان میں لکھ کر بند مکمل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

سر ہر گام جوید ہر ماں را ایں نگاہِ من
 بگوش کس رسد ہر گزنوائے من نہ آہِ من
 نہ کرد آگاہِ ایشاں گلِ لالہ ز راہِ من
 ”چہ بے پروا گزشتند از نوائے صبح گاہِ من
 کہ برد آں شور و مستی از سیہ چشمانِ کشمیری“ (۵)

غالب، علامہ محمد اقبالؒ اور بہت سے دیگر اردو شعراء کی طرح ظفر عباس بھی زبان فارسی میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ اور یہ زبان ان کے دل و دماغ پر ہر وقت چھائی رہتی ہے۔ بازگشتِ اقبال میں علامہ اقبالؒ کے بعض اردو اشعار سے پہلے انہوں نے فارسی کے تین مصرعے لگا کر بند مکمل کیا :

سیلِ بے دینی، افکارِ دروں صحنِ چمن
 در جہانِ گوہرِ نایاب شدہ حبِ وطن
 گردِ حقِ عسکرِ باطل ہمہ شد حلقہٴ قُفن
 بڑھ کر خیر سے ہے یہ معرکہ دین و وطن
 اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے“ (۶)

ظفر عباس نے علامہ اقبالؒ کے مخصوص نظریات اور افکار کی توسیع کا فرض بھی سرانجام دیا۔ مثلاً فلسفہ خودی، حرکت و عمل، جنون، رسمِ شبیری، ذوقِ دین، عشق، فریب و اعظ، زورِ حیدری، مغرب و مشرق کی خامیاں اور خوبیاں، غلاموں کے دل میں سوزِ یقین پیدا کرنا، صفتِ شاہینی پیدا کرنا اور عادتِ کرگسی سے بچنا، متاعِ دولتِ دل، درویشی اور عیاری، قلبِ سوزی اور اسی قسم کے بے شمار موضوعات کی توسیع انہوں نے کلامِ اقبال میں تضمین کی صورت میں کی ہے۔ بلاشبہ ان کی یہ کتاب اقبالیات کے میدان میں ایک قابل ذکر اضافہ ہے۔ اس سے اقبال کے نظریات کو سمجھنے اور قوم کے نوجوانوں میں اقبال شناسی کا جذبہ پیدا کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ ذیل میں عنوانات کے تحت ”بازگشتِ اقبال“ کا جائزہ پیش ہے:

۱۔ ملتِ اسلامیہ کے استحصال میں آئے ہوئے طبقہ سے ہمدردی :

علامہ اقبال دنیائے اسلام کے ساتھ اقوامِ عالم کے ناروا سلوک اور ناجائز استحصال کے ہمیشہ شاکی رہے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں ملتِ اسلامیہ کے ان نام نہاد رہنماؤں اور مرشدانِ خود بی خودیوں سے بھی شکایت تھی جو مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے میں مصروف تھے اور اہل مغرب کے اشاروں پر چلنے والے نادان لوگوں سے بھی انہیں شکوہ تھا جو ان کے اشاروں پر اپنی ملت کا نقصان کرنے میں مصروف تھے۔ ظفر عباس نے ان کے اس کام کو دو گنا سے بھی زیادہ وسیع کر کے موضوع کو وسعت اور وضاحت عطا کی ہے اس کتاب کی پہلی نظم ”نیا زمانہ پرانی باتوں“ میں علامہ اقبال کے ایک شعر کو انہوں نے ایک بند کی صورت میں اتنا وسیع کر دیا ہے کہ صاحبانِ ذوق اور صاحبانِ دل ہی فیصلہ کر سکتے ہیں:

شفق کا خون آسمانِ شب پر افق کے دریا میں بہہ رہا تھا
جہاں کے ظالم ستم کنناں تھے غریب ظلم سہ رہا تھا
حرم کی منزل کا ہر مسافر غموں کی دنیا میں رہ رہا تھا
”کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نین پہ رو رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں“ (۷)

۲۔ دل سوزی اور محنت کا پیام:

علامہ اقبال کی شاعری انسانیت اور خصوصاً مسلمانوں کو حرکت و عمل کا پیام دیتی ہے ظفر عباس بھی فکری طور پر ان سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ اور وہ بھی ملتِ اسلامیہ کے تمام مسائل کے بڑا سبب بے حسی، بے عملی اور جمود کو گردانتے ہیں۔ اس کتاب میں جا بجا انہوں نے اقبال کے انداز میں ان کے خیالات کی توسیع کی ہے۔ اقبال کے ایک شعر کی توسیع بازگشتِ اقبال کی دوسری نظم میں انہوں نے موثر اور شاندار انداز میں کی ہے اور خلوص، دل سوزی اور جان فشانی کے خیالات ان کے ایک شعر کے ساتھ شامل کر کے اسے ایک بھرپور نظم بنا دیا ہے:

زمینِ دل کو ہے اکسیر آبِ چشمِ تر
اسی سے آب میں موتی اسی سے آبِ گہر
تمام نقش ہیں رنگیں بہ فیضِ خونِ جگر
”میں شاخِ تاک ہوں میری غزل ہے میرا اثر
میرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر“ (۸)

۳۔ ملت فروش رہبران سے بیزاری :

علامہ اقبال اگرچہ روحانیت میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ صوفیاء کرام سے انتہائی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ لیکن اپنے دور کے اکثر نام نہاد پیرانِ حرم اور دین فروش علماء کے طرزِ عمل سے نہایت نالاں تھے۔ بالِ جبریل کی ایک نظم میں اس موضوع پر انہوں نے چار اشعار میں اپنے رنج و الم کا اظہار کیا ہے۔ ظفر عباس نے "بازگشتِ اقبال" میں "ملت کا الم" کے عنوان سے اس موضوع پر تو سب کافرنضہ سرانجام دیا ہے۔ چار بند کی صورت میں خیالاتِ اقبال کو وسیع کر کے بھرپور نظم کی صورت دی۔ پہلا بند ملاحظہ فرمائیں:

آتی نہیں لینے کیلئے جلد قضا بھی

سنتا نہیں فریاد ہماری تو خدا بھی

تھک تھک کے گرے جاتے ہیں اب دستِ دُعا بھی

"ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن" (۹)

۴۔ جذبہء جستجو:

جذبہء جستجو جو ترقی کرتے ہوئے، جنوں کی منازل کو طے کرتے ہوئے عشق کی معراج حاصل کر لیتا ہے انسانیت کی ترقی اور انسان کے کردار کی عظمت کیلئے ناگزیر ہے۔ علامہ اقبال کا پسندیدہ ترین موضوع ہے۔ وہ انسان کا مقام ماہِ وانجم سے بالا سمجھتے ہیں۔ منزل مسلمان کہکشاؤں سے بہت دور ہے۔ مرنے کے بعد بھی غیب و حضور کا یہ سفر جاری و ساری رہتا ہے۔ جنت میں بھی لذتِ دیدار ایک سرمدی لطف و سرور عطا کرتی ہے۔ انسان اور خصوصاً مردِ مسلمان کو اپنے مقامِ بلند سے آگاہ ہو کر خودی کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے مقامِ لاہوت کی طرف بڑھتے رہنا چاہیے۔ علامہ اقبال کی مشہورِ زمانہ نظم "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں"، کو وسیع کرتے ہوئے ظفر عباس نے اس موضوع کے ساتھ بھی انصاف کیا ہے اور سات اشعار کی اس نظم کو سات بند کی بھرپور نظم کی شکل دی ہے:

تیرے منتظر گلستاں اور بھی ہیں

خیابانِ جنت نشان اور بھی ہیں

کئی فاصلے بیکراں اور بھی ہیں

"ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں" (۱۰)

۵۔ فلسفہ خودی :

”فلسفہ خودی“ علامہ اقبال کی ایک بے مثال تخلیق اور تصور ہے۔ ان سے قبل خودی کا مفہوم غرور و تکبر اور خود غرضی سمجھا جاتا تھا۔ اس کے برعکس علامہ اقبال نے خودی کو منفی کی بجائے ایک مثبت تعمیری اور انسانی ترقی کیلئے لازمی جذبہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک خودی سے مراد خدا شناسی اور خود شناسی سے خود کو تشکیل کرنا ہے اور ترقی اور بلندیوں کا سفر طے کرنا ہے خودی کے بغیر انسان منزل سے دور اور سوزِ حیات سے محروم ہو کر رہ جاتا ہے نہ وہ اپنے مقام کو پہچان سکتا ہے اور نہ وہ اپنی عزت نفس سے آگاہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی اپنے پروردگار اور خالق کے مقام بلند اور بے کراں کرم سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس وہ اپنے مقام بلند کو بھلا کر اپنے پروردگار کی عظمت کو بھول جاتا ہے۔ دنیا کے سامنے سر تسلیم خم کر کے بے شمار خداؤں کو راضی کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اسی حالت کو علامہ اقبال نے خودی کی موت قرار دیا ہے۔ ضربِ کلیم کی ایک نظم میں علامہ اقبال نے خودی کی موت کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ اس میں موجود چار اشعار میں خودی کی موت کے نا قابلِ تلافی نقصان کی تشریح کی ہے۔ ظفر عباس نے بھی انہیں کے انداز میں اس نظم کو کئی گنا وسعت دی ہے جس کی کامیابی کا فیصلہ اہل دل ہی کر سکتے ہیں:

خودی کی موت سے رہرو ہیں منزلوں سے دور
خودی کی موت سے مفقود کیف و جذب و سرور
خودی کی موت سے بے موسیٰ و تجلی طور
”خودی کی موت سے مغرب کا اندروں بے نور
خودی کی موت سے مشرق ہے مبتلائے جذام“ (۱۱)
حسین پھولوں سے گرچہ مہک رہا ہے باغ
نہیں ہے ان میں میرے لالہء جگر ساداغ
خمار زر سے بلندی پہ ہے جہاں کا دماغ
”خودی کے ساز میں ہے عمرِ جاوداں کا سُراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں اُمتوں کے چراغ“ (۱۲)
جو تیری نظر میں نادان ہے یہاں بلند جاہی
نہیں اور بڑھ کر اس سے کوئی دہر میں تباہی
تو قبول کر خدا را میرے دل کی عذر خواہی

”یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقامِ پادشاہی“ (۱۳)

۶۔ فقرِ خانقاہی کی دورِ حاضر میں خامیاں:

علامہ اقبال سلطنتِ فقر میں خود بھی ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ بہت سے علماء اور اہل دل نے انہیں قلندر قرار دیا ہے۔ وہ خود بھی کہتے ہیں:
خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری وگر نہ شعر میرا کیا ہے شاعری کیا ہے
مگر اپنے زمانے کے اہل فقر سے انہیں شکوہ تھا کہ ان کا فقر، بے حسی اور بے عملی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے وہ اہل فقر سے کارزارِ حیات میں
رسمِ شبیری کے طلب گار تھے اور دینِ اسلام میں بوءِ رہبانی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ظفر عباس نے اپنی گروہوں کے ذریعے
ان کے نظریے کو انہی کے انداز میں واضح اور عیاں کیا ہے۔ اقبال کی اس نظم کا آخری شعر فارسی زبان میں ہے۔ قابلِ تحسین امر یہ ہے کہ ظفر
عباس نے اس شعر کی تضمین بھی فارسی میں تین مصرعے لگا کر انہیں کے انداز کو بطریق احسن برقرار رکھا ہے:

خودی کی زندگی دراصل منہاجِ جہانگیری
خودی افلاسِ بیہ دولت خودی ہے فقر میں میری
مگر یہ فقر تیرا تو جوانی میں بھی ہے پیری
”نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری“
سہ ہر گام جوید ہر ماں را این نگاہِ من
بگوش کس رسد ہر گزنوائے من نہ آہِ من
نہ کرد آگاہِ ایشاں را گلِ لالہ ز راہِ من
”چہ بے پروا گزشتند از نوائے صبح گاہِ من
کہ برداں شور و مستی از سیہ چشمانِ کشمیری“ (۱۴)

۷۔ جذبہِ کردار کے فقدان کا شکوہ:

علامہ اقبال انسان کے بلند مقام اور دورِ اول کے مسلمانوں کے لاجواب کردار، قوتِ عمل اور لازوال عشقِ الہی سے بخوبی آگاہ تھے
اور وہی دور ان کی نگاہ میں مثالی دور تھا لیکن انہیں مسلمان قوم اور مجموعی طور پر پوری انسانیت سے یہ شکوہ ہے کہ وہ پاکیزگیءِ کردار اور نرمی
گفتار اب مفقود ہو چکی ہیں۔ مشرق و مغرب میں وہ شان و شوکت جو انسانی کردار کا خاصہ ہوتی تھی۔ وہ عشق جو عقدہ کشائے مشکلات ہوتا تھا اور

وہ ضمیر پاک جو انسانی شرف کی دلیل تھی جو اب زمانے سے نابود ہو چکی ہے۔ علامہ اقبال نے ضربِ کلیم میں صرف تین اشعار اس موضوع پر شامل کیے ہیں۔ لیکن ظفر عباس نے کمالِ مہارت سے علامہ کے مقصد اور انداز کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں ایک مکمل نظم میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس کا اندازہ آخری بازگشتِ اقبال کی نظم ”داغِ لالہ“ کے آخری بند سے لگایا جاسکتا ہے:

کبھی تڑپتا تھا لالہ جو ریگزاروں میں
تو داغِ اُس کا جھلکتا تھا چاند تاروں میں
مگر وہ بات کہاں اب بھری بہاروں میں
”پھر میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں
کسی چمن میں گریبانِ لالہ چاک نہیں“ (۱۵)

۸۔ خیالِ عہدِ گزشتہ:

مہاتما گوتم بدھ نے روح کی گہرائیوں سے دنیا کی بے ثباتی اور فنا ہو جانے کو محسوس کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے علامہ اقبال نے ایک نظم ”بانگ درا“ میں ”عید پر شعر لکھنے کی فرمائش“ شامل کی تھی جس میں دنیا کی بے ثباتی اور گزرے ہوئے دور کی جلوہ آفرینوں کا ذکر کیا ہے۔ ظفر عباس نے چھ اشعار کی اس نظم کو ”یادگارِ شاخِ نشمین“ کے عنوان سے اپنے اس مجموعے میں شامل کیا ہے اور مخمس کی صورت میں چھ بند تخلیق کر کے ایک طویل نظم کی صورت دی ہے۔ علامہ کے خیالات کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے اور ان کے اندازِ بیاں کو وسیع کرتے ہوئے انہوں نے ایک پُر اثر کام کیا ہے۔ اور دنیا کی ہر چیز کو فنا کے عمل میں ڈھلتے ہوئے دیکھا ہے پھر شوکتِ الفاظ اور بلند خیالی سے اُس کی اثر آفرینی میں اضافہ کیا ہے اور عید کے روز کی خوشیوں کو بھی غیر حقیقی بلکہ دل تڑپانے والی مسرتیں قرار دیا ہے۔ نظم ”یادگارِ شاخِ نشمین“ کے دو بند:

بسوز و ساز و دم آہ سرد کہتا تھا
سراپا بن کے وہ تصویرِ درد کہتا تھا
بدن پر مل کے تباہی کی گرد کہتا تھا
”یہ شالامار میں اک برگِ زرد کہتا تھا
گیا وہ موسمِ گل جس کی یادگار ہوں“ (۱۶)

۱۲۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں کی بے عملی کا شکوہ:

علامہ اقبال کی ایک اور نظم میں اہل اسلام کی دورِ حاضر میں بے عملی کردار کی بجائے گفتار کا سہارا لینے اور دل درو مند سے محرومی کا شکوہ ہے۔

اسی تخلیق کو سہ آتش کرنے کیلئے ظفر عباس نے علامہ اقبال کی ہم نوائی کرتے ہوئے ”گفتار کے غازی“ کے عنوان سے اقبال کے ان اشعار کی کامیاب تضمین کی ہے اور اپنی ملت کی بے عملی کو اور بھی عیاں کیا ہے خصوصاً اس دور میں دہشت گردی اور شدت پسندی کے ذریعے اسلام کے نیک نام کو بدنام کرنے کی جو مذموم کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کی طرف بھرپور اشارہ کیا اور اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ہم لوگ اس دور میں گفتار کے غازی بن کر رہ گئے لیکن ہمارے کردار کا صفحہ بد کرداری سے سیاہ ہے۔ ظفر عباس کی ”گفتار کے غازی“ کا ایک بند:

انصاف کا چرچا خوب کیا اللہ کی عدالت والوں نے
ہر روز قیامت برپا کی اک روز قیامت والوں نے
کی خوب امامت دنیا کی، دنیا کی امامت والوں نے
”مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا“ (۱۷)

۱۳۔ بلند پروازی کی ترغیب :

بال جبریل کی ایک اور غزل کو تضمین کے ذریعے ظفر عباس نے نظم کا جامہ پہنایا ہے جو کہ مخمس کے چھ بند اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ تضمین کے قاعدہ کے مطابق انہوں نے اقبال کے پیغام، اندازِ بیان اور لہجے کے مطابق اس کام کو سرانجام دیا ہے۔ اس نظم میں عملِ پیہم، عزمِ صمیم اور عقلِ رہنما کی مدد سے سفر جاری رکھنے کے عمل کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہندوستان کے محکوم مسلمانوں کو بیداری کا پیغام دینے کی خواہش کا اظہار ہے تاکہ اپنی ہستی میں شاہین کی سی صفات پیدا کر کے بلند پروازی کریں۔ اپنی نگاہ دور یہاں سے حقیقت حال کو سمجھیں اور غلامی کی زندگی سے نکل کر پرواز شہبازی کی اُمتگ پیدا کریں۔ ظفر عباس کی نظم ”شاہین زبردِ دام“ کا ایک بند:

گلستان میں تمیزِ رنگ و بو کرتا رہا برسوں
نظرِ دشت و دمن میں چار سو کرتا رہا برسوں
میں ذوقِ صید گیری کی نمو کرتا رہا برسوں
اسی اقبال کی میں جستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مدت کے بعد آخروہ شاہین زبردِ دام آیا (۱۸)

۱۴۔ ملتِ اسلامیہ کیلئے ایک دُعا:

علامہ اقبال کی ایک رباعی جو بال جبریل کے صفحہ نمبر ۹ پر موجود ہے۔ ظفر عباس نے اس پر تضمین کر کے ”بازوئے حیدر“ کے عنوان سے اپنے مجموعہء کلام ”بازگشت“ اقبال میں شامل کیا اور اقبال کے دُعا کی انداز کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی دعاؤں کو اور پرسوز، دل سوز اور جاں

گداز انداز میں وسعت بخشی ہے اور اسلامی معاشرے میں نرم دلی، متاعِ درد و قوت حیدر کی استدعا کی ہے۔ اگر یہ صفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملت اسلامیہ میں پیدا ہو جائیں تو پھر سے چشمِ فلکِ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نظارہ کر سکتی ہے۔ دونوں بند درج ذیل ہیں:

متاعِ اشک دے درد آشنا کر
نہ پتھر دے ہمیں تو دل عطا کر
عنادل کو بہت رنگیں نوا کر
”دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر“
جسے توفیق دے بخشی ہے تو نے
متاعِ دل نشین بخشی ہے تو نے
مگر جان حزیں بخشی ہے تو نے
”جسے ناں جویں بخشی ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدر بھی عطا کر“ (۱۹)

۱۵۔ عالم اسلام کی ضرورت:

ضربِ کلمہ میں موجود تین خوبصورت اشعار میں علامہ اقبالؒ نے منزل سکون اور آزادی کی تلاش کا ذکر کیا ہے اور اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ میں اپنی خودی کی حفاظت کرتا ہوں اس لیے زمانہ میرے خلاف ہے ظفر عباس نے ان کے اس کلام کا انتخاب کر کے اپنے کلام کی بنیاد بنایا ہے اور خدا کا شکر ادا کیا ہے کہ میں خاکسار تھا میں حق گوئی کا فرضہ سرانجام دے کر خاک ہو چکا ہوں لیکن میری نوائے حق سے لوگوں کے دل پاک ہوتے ہیں۔ اور میری صدا سے گلِ لالہ نے اپنا سینہ چاک کر دیا ہے لیکن ابھی تک ایک آزاد وطن اور خوبصورت چمن کی تلاش اور اُمید دلوں میں ہے۔ مشرق کی روح مردہ ہو چکی ہے۔ بدن خاک کا ڈھیر بن چکا ہے اور زمانے میں مشرق کی روح جل کر راکھ ہو چکی ہے اور دھوئیں کے سوا کچھ بھی نہیں لیکن اگر اس کو ایک بدن عطا ہو جائے تو روح کی چنگاری پھر بھڑک سکتی ہے۔ نظم ”صدائے کوہِ ندا“ کا بند:

میں خاکسار تھا انجام کار خاک ہوا
میرے نفس سے تروتازہ برگ تاک ہوا
خدا کا شکر کوئی دل جہاں میں پاک ہوا
”میری نوا سے گریبانِ لالہ چاک ہوا“

نسیم صبح چمن کی تلاش میں ہے ابھی“ (۲۰)

۱۶۔ غیور مسلمان کی صفات:

تین اشعار کی اس تضمین میں ظفر عباس نے غیرت مند مسلمان کی صفات کو نہایت پر اثر انداز میں وسعت دی ہے اور اہل اسلام کو خود داری اور صرف خدا پر بھروسہ رکھنے اور غیر کے سامنے سر نہ جھکانے کی تلقین کی ہے یہی فرمانِ خداوند کریم اور ملت کے درد کا یہ درماں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لاتدع مع اللہ الہا آخر“

آج کل کے حالات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ہم نے پرودگار عالم پر بھروسہ کرنے، دل گہرائیوں سے اُسے پکارنے اور عملِ بہم کرنے کی بجائے غیروں کے سامنے کاسہ گدائی پھیلا کر مانگنا شروع کر دیا ہے۔ انہی کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر اپنے خالق حقیقی سے دوری اختیار کر لی ہے۔ یہی بے یقینی اور غیروں کی کاسہ لی ہی ہمارے زوال کا سب سے بڑا باعث ہے۔ نظم ”مسلمانِ غیور“ کا ایک بند:

داروئے قلب پریشاں تجھے کیا یاد نہیں

اپنے خالق کا بھی فرماں تجھے کیا یاد نہیں

دردِ ملت کا یہ درماں تجھے کیا یاد نہیں

”آہ! اے مردِ مسلمان تجھے کیا یاد نہیں

حرف لاتدع مع اللہ الہا آخر“ (۲۱)

۱۷۔ پیغامِ انقلاب:

علامہ اقبال کی ایک مشہور اور انقلابی نظم: ”اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو۔ کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو“ ان کا یہ کلام مزدوروں سے ہمدردی رکھنے والے طبقے میں کافی مقبول ہے۔ ان کے اس کام کو وسیع کرتے ہوئے۔ ظفر عباس نے شہنشاہیت اور سامراج کی طاقتوں کے خلاف آواز بلند موثر بنانے کی سعی کی ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی استحصالی قوتیں دنیا کے طول و عرض میں دوسرے لوگوں کا استحصال کر رہی ہیں ان کی مذمت کی ہے۔ مثلاً سرمایہ دار، کارخانہ دار اور زمیندار غریب طبقہ کا مالی اور معاشرتی استحصال کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی طرح مذہب کے ٹھیکیدار لوگوں کو غلط راہیں دیکھا کر مذہب کے وسیلے سے لوٹنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ان کے کردار کی بھی وضاحت کی ہے۔ مشرق و مغرب کے حالِ زبوں کی تصویر کشی کی ہے۔ اس تضمین کو ”کارگہ شیشاں گراں“ کے عنوان سے مجموعہ میں شامل کیا گیا ہے۔ نظم کا ایک بند:

اؤ سرِ ایوانِ شہنشاہی صدا دو

انصاف کا پیغام زمانے کو سنا دو

اصنامِ خیالی کو خیالوں سے بھگادو
 ”اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو
 کاخِ امراء کے در و دیوار ہلادو“ (۲۲)

۱۸۔ قلندری اور عشق کے اسرار:

بال جبریل میں موجود ایک اور کلام میں علامہ اقبالؒ نے صفات قلندرانہ بیان کی ہیں اور عشق کو ہی مسلمان کی بنیاد قرار دیا ہے اس کے علاوہ شیخ و ملا پر بھی طنز کے نشتر چلائے ہیں۔ ظفر عباس نے اپنی اس کاوش کے ذریعے ان کے کلام میں وسعت کی جو کوشش کی ہے وہ قابلِ قدر اور قابلِ تحسین ہے اس میں نہ صرف علامہ اقبال کے بعض اشعار کی توضیح و تشریح کی ہے بلکہ ان کو وسعت دے کر خیال کی نئی جہتیں تخلیق کی ہیں۔ یہ تضمین ”بازگشتِ اقبال“ میں ”قلندروں کا طریق“ کے عنوان سے موجود ہے۔ اس میں ہزار خوف جو علامہ اقبال نے اپنے پہلے شعر میں استعمال کیا ہے اس کی تشریح کئی جہتوں سے تضمین میں موجود ہے۔ جس میں تختہٴ عدار، گہرے کنویں، ظلم کی تلواریں، آگ میں جلانے جانے کی سزا اور بھری دنیا میں بے یار و مددگار رہنے کے صدمے کو بندیں استعمال کر کے اس کی اثر انگیزی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ آخری شعر میں عشق کی کرشمہ سازی کو بیان کرتے ہوئے اس کو لازوال قرار دیا گیا ہے اور دلیل دی گئی ہے کہ عشق روح کیلئے ایک آبِ حیات ہے۔ چنانچہ عشق صادق کرنے والا خوش نصیب طبعی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ نظم ”قلندروں کا طریق“ کا ایک بند:

فرازدار ہو قدموں میں یا ہو چاہِ عمیق
 سیوف ہائے ستم ہوں کہ ہو سزائے حریق
 نہ ہو جہاں میں کوئی بھی مہربان و شفیق
 ”ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
 یہی رہا ہے جہاں میں قلندروں کا طریق“
 نہ ہو تو مردِ مسلمان بھی کافرو زندق“ (۲۳)

۱۹۔ مسلم نوجوان کی صفات سے آگاہی:

علامہ اقبال کی ضربِ کلیم میں موجود ایک غزل جو ایک نظم کا سمازج رکھتی ہے شامل ہے کیونکہ غزل کا ہر شعر ایک علیحدہ موضوع سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ تمام کلام میں مزاج واحد ہوتا ہے اس کلام میں علامہ نے نوجوان مسلمان کی شان اس کے لازوال کردار اور اس کی عظمت و شکوہ کو پیش کیا ہے۔ ظفر عباس نے علامہ اقبال کے ساتھ بلند پروازی کرتے ہوئے اس نوجوان رعنا کی صفات کو کئی گنا زیادہ کر دیا ہے۔ اور اس کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ اسے لالہٴ صحرا کے استعارے سے پیش کرتے ہیں۔ جس کے جگر میں انگارہ کی طرح داغ ہے۔ وہ

سینکڑوں ستاروں اور ماہ پاروں سے بھی زیادہ چمک رکھتا ہے۔ اقبال کے پہلے شعر کے ساتھ یہ گرہ نہایت خوبصورت و اثر انگیز بند تشکیل دیتی ہے۔ جس سے اہل نظر اور اہل دل ہی صحیح لطف حاصل کر سکتے ہیں: نظم ”غزل تہناری“ کا ایک بند:

مجھے وہ لالہء صحرا ہے جان سے پیارا
جگر میں داغ ہو جس کے مثال انگارا
ہوں گرچہ سینکڑوں مہتاب و مہر صف آرا
”وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب سے کاری“ (۲۴)

۲۰۔ اسرار شرق و غرب کی نقاب کشائی:

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر کرتے ہیں خطاب آخر اُٹھتے ہیں حجاب آخر
یہ شعر علامہ اقبال مشہور غزل کا مطلع ہے۔ اسی غزل کی تضمین کرتے ہوئے ظفر عباس نے اس غزل کے شایان شان خیالات اس میں شامل کر کے اس کو ایک شاہکار کی صورت میں برقرار رکھا ہے۔ یہ نظم اُمید سے بھرپور سات بند کی ایک طویل نظم ہے۔ جس کا عنوان ”اسرار کتاب“ ہے اس میں مایوس اور دل شکن حالات میں خوشی، روشنی اور اُمید پیغام بھی ہے۔ قوموں کی ترقی کے اسرار بھی ہیں۔ اہل یورپ کی عیاریوں اور مکاریوں کا پردہ بھی چاک کیا گیا ہے۔ اور انسان کی زندگی کی حقیقت اور فنا ہو جانے کا ذکر بھی ہے اور آخر یہیں وجد اور اشتک فشانہ کے عالم میں اسرار کتاب آشکار کرنے کا تذکرہ بھی ہے۔ علامہ اقبال نے اہل یورپ کی فسوں کاری اور اقوام عالم کو مدہوش کرنے کا ذکر کیا ہے ظفر عباس نے تضمین کے تین مصرعوں میں اس بند کو اور بھی رعنائی سے ہم کنار کیا ہے اور اہل یورپ کی حقیقت کو دنیا کے سامنے عیاں کر کے رکھ دیا ہے۔ نظم کا ایک بند:

یہ جام نہیں مئے کے یہ خون کے تھالے ہیں
اشکوں کے سمندر ہیں مظلوم کے نالے ہیں
رخ جن کے چمکتے ہیں وہ قلب کے کالے ہیں
”مے خانہ یورپ کے انداز نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر“ (۲۵)

۲۱۔ دل بیدار مرد مومن کی پہچان:

علامہ اقبال کی ایک اور غزل جس میں انہوں نے دل بیدار کی صفات گنوائی ہیں۔ اور فاروق اعظم اور حیدر کراچی جیسی ہستوں کو دل بیدار رکھنے

والی ہستیاں قرار دیا ہے۔ لیکن تہذیبِ حاضر کے فریب میں آکر موجودہ دور کے مسلمان عقابانی نگاہ اور دل بیدار سے محروم ہو چکے ہیں آخری شعر میں اقبال نے مولائے یثرب کے حضور درد بھرے انداز میں عرض کی ہے کہ افسوس ہمارے دانش و ایمان پر افرنگ اور بت پرستوں کا اثر ہو چکا ہے۔ آپ نے اس نظم میں جذبات اور دل درد مند سے نکلی ہوئی صداؤں کو شامل کیا ہے۔

یہ دل بے چین ہے آقا کرم کرد لنوازی کر
بصیرت آنکھ کو دے میرے اشکوں کو پیازی کر
یہ عالم پھر سے تو گوارہ مردانِ غازی کر
”تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی میرا ایمان رُناری“ (۲۶)

۲۲۔ استفہامیہ انداز:

علامہ اقبال کی ایک اور غزل جس میں پرودگارِ عالم سے خطاب کرتے ہوئے اقبال نے سوالیہ اور شوخ انداز اختیار کیا ہے اور دہی ہوئی آواز میں کچھ شکوے بھی کر ڈالے ہیں۔ اس غزل میں ان کی مشہور نظم ”شکوہ“ کا سا انداز پایا جاتا ہے جو ایک مسلمان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور شوخ انداز میں کیا گیا ہے۔ ظفر عباس نے غزل کے دو مصرعوں کے ساتھ انہی کے انداز میں تین مزید سوالیہ مصرعے لگا کر نظم کو وسعت دی ہے۔ علامہ کے لہجے، انداز، زبان اور اللہ اور اس کے بندے درمیان محبت اور کرم کے رشتے کو بھی برقرار رکھا ہے۔ اس نظم کا عنوان ”حرفِ شیریں“ ہے۔

فلک کالا جو ردی سائبان تیرا ہے یا میرا
یہ عظمت اور شوکت کا نشان تیرا ہے یا میرا
مہ و انجم کا روشن کارواں تیرا ہے یا میرا
”اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا“ (۲۷)

۲۳۔ بندگانِ حُر کی صفات:

علامہ اقبال نے ضربِ کلیم میں بندگانِ حُر کی صفات بیان کی ہیں۔ ظفر عباس نے اپنی نظم ”بندہ حر“ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں اور منافقین و کفار کا بھی موازنہ کیا ہے اور نظم کو دلچسپ اور اثر انگیز بنا دیا ہے۔ اقبال کے عالمانہ اور باوقار انداز کے ساتھ انہوں نے لطیف اور خوبصورت انداز میں جو اضافہ کیا ہے وہ قابلِ داد ہے۔ علامہ اور ظفر عباس کے مزاج کی ہم آہنگی خیالات کی بلندی اور افکار کی ہم آہنگی نہایت حیرت انگیز ہے:

متاعِ حیلہ گراں بزدلی و مکاری
 متاعِ حیدری کا عدا دیں کی فی الناری
 ہے ایک ضربِ عبادت سے دہر کی بھاری
 ”وہی ہے بندہ حُر جس کی ضرب ہے کاری
 نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری“ (۲۸)

۲۴۔ عشق کے ذریعے ابدیت کا پیغام:

علامہ اقبال کے ایک اور کلام کی تضمین ”تب و تاب یک نفس“ کے عنوان سے بازگشتِ اقبال میں ظفر عباس نے اقبال کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے اس دنیا کے فنا ہو جانے والے لمحات کا ذکر کیا ہے۔ اس کا انجام موت قرار دیا ہے۔ اس نظم میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی کہ اے پروردگار میری ہستی کو ایک ایسا ستارہ بنا دے۔ جس کی چمک لازوال ہو، مجھے ایک ایسا بلبل بنا دے جس کی چمک ابد تک چمن زارِ حیات میں گونجتی رہے اور مجھے ایک ایسے پھول میں تبدیل کر دے جس کی مہک سے کائنات کی فضائیں جھوم اٹھیں اور آخر میں علامہ اقبال کے الفاظ میں دُعا کی تکمیل اس طرح کی ہے کہ یارب میرے دل میں عشق اور معرفت کا ایسا کائنات عطا کر جس کی کھٹک بے مثال اور دردِ لازوال ہو۔ تاکہ موت بھی میری زندگی کے ارمان اور میرے عشق کے سامان کو فنا نہ کر سکے:

تارِ ابناء کہ جس کی چمک لازوال ہو
 یا عندلیب جس کی چمک لازوال ہو
 وہ پھول دے کہ جس کی مہک لازوال ہو
 ”کائنات وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
 یارب وہ دردِ جس کی کسک لازوال ہو“ (۲۹)

۲۵۔ موجودہ دور کا معرکہ حق و باطل:

بال جبریل کی ایک اور غزل جس کی تضمین کرتے ہوئے بازگشت میں ”معرکہ دین و وطن“ عنوان سے ایک نظم موجود ہے جس میں زیادہ تر سوالیہ انداز اختیار کیا گیا ہے جس میں علامہ اقبال کی طرح ظفر عباس نے بھی آج کل مسلمانوں میں جراتِ کردار کے فقدان پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔ جراتِ کردار کی کمی کی وجہ سے مسلمان زورِ باطل کا اعلانیہ طور انکار کرنے میں معذور ہیں۔ اگرچہ دیکھنے والی ظاہری آنکھیں تو ان کو عطا کی گئی ہیں۔ لیکن وہ عمل اور دل کی آنکھوں سے محروم ہیں۔ اس لئے وہ دیدارِ حق سے معذور ہیں۔ اقبال کے مطابق مکتبوں یا مدارس میں افکار کا حسن موجود نہیں ہے اسی طرح اہلِ خانقاہ اسرار کی لذت سے محروم ہیں جو کبھی خانقاہوں کا امتیاز ہوتا تھا۔ اقبال کے اردو کے اسی غزل

کے ایک شعر پر ظفر عباس نے اپنی فارسیت کے زیر اثر فارسی کے تین مصرعوں سے تضمین کی ہے۔ اس میں انہوں نے اظہارِ افسوس کیا کہ صحنِ چمن میں خیال و فکر کی بے دینی کا سیلاب آیا ہوا ہے اور وطن کی محبت دنیاویں گوہرِ مفقود ہو چکی ہے۔ آج کل کے حالات کے مطابق باطل کی افواج نے مسلمان ملکوں کو محاصرے میں لے رکھا ہے۔ چوتھے اور پانچویں مصرعے میں علامہ اقبال نے دین اور وطن کے اس معرکے کو جنگِ خیبر سے بڑھ کر قرار دیا ہے اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ باطل تو متحد ہو کر اسلامی لشکر کے سامنے صفِ آراء ہے مگر اس اسلامی لشکر میں حیدر کراؤ جیسی ہستی کوئی بھی نہیں ہے:

زورِ باطل کا گرج کر کہیں انکار بھی ہے
قوتِ فکر بھی ہے جرأتِ کردار بھی ہے
دید آنکھوں میں ہے تو دولتِ دیدار بھی ہے
”مکتبوں میں کہیں رعنائی، افکار بھی ہے
خافقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے“
سیلِ بے دینی، افکارِ درونِ صحنِ چمن
درجہاں گوہرِ نایاب شدہ حبِ وطن
گردِ حقِ عسکرِ باطل ہمہ شد حلقہٴ فگن
”بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکہ، دین و وطن
اس زمانے میں کوئی حیدر کراؤ بھی ہے“ (۳۰)

۲۶۔ جرأتِ رندانہ کے فضائل اور مرد کو ہستی کی خود آگاہی :

ضربِ کلیم کی ایک غزل کی تضمین کر کے ظفر عباس نے اسے جرأتِ رندانہ کے عنوان سے اپنی اس کتاب میں شامل کیا ہے۔ جس کا منبع وہ سوز و ساز کو قرار دیتے ہیں۔ جس کے بغیر بھاری پہاڑ بھی ایک تنکے کی مانند ہے۔ جراتِ رندانہ اور کردارِ شجاعانہ اسد اللہی صفت ہے۔ ان خیالات کی بنیاد اقبال کے اس شعر پر رکھی گئی ہے۔ کہ جراتِ رندانہ کے بغیر عشق بھی ناکام اور بزدلی کا نمونہ ہے لیکن عشقِ ید اللہی جرأتِ رندانہ اور کردارِ شجاعانہ سے قوت سے بھرپور بازو رکھتا ہے جس سے در خیبر بھی اپنی جگہ سے دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔۔۔ نظم ”جرأتِ رندانہ“ کے دو بند:

دنیا کی فقیری ہو یاد ہر کی ہوشاہی
بے سوز و تب و تاب ہے کوہِ گران کا ہی
کردارِ شجاعانہ خوںِ اسد اللہی

”بے جراتِ رندانہ“ ہر عشق ہے رو باہی

بازو ہے قوی جس کا وہ عشقِ ید اللہی“ (۳۱)

۲۷۔ مردِ مسلمان کی حوصلہ افزائی اور راستے کی رکاوٹوں سے آگاہی:

علامہ اقبال نے اپنے چار اشعار جو بانگ درا کی زینت ہیں میں ایک آیت کو مقطع میں شامل کر کے اپنے پیغام کو رونق بخشی ہے اور اسی آخری شعر کو ظفر عباس نے اپنی تضمین کی بنیاد بنایا اور اس کا عنوان ”ان وعد اللہ حق“ کو قرار دیا ہے اور اس نظم کو مردِ مسلمان کیلئے ایک بہترین نصیحت بنا دیا ہے۔ نیز انہوں نے فریب کار دنیا کے جام کو زہرِ قاتل کا پیالہ قرار دیا ہے۔ اس سے بچ کر عشق پر اعمال کی بنیاد بنانے اور منزلِ مقصود پر نگاہِ بصیرت جما کر اپنے سفر کو جاری و ساری رکھنے کا پیغام دیا ہے۔ انہوں نے علامہ اقبال کے اس پیغام کی تائید کی ہے کہ مسلمانوں کو عملِ با خلوص کرتے ہوئے ہر وقت اس آیتِ کریمہ کو پورے یقین کے ساتھ نگاہ میں رکھنا چاہیے کہ ”ان اللہ لا یخلف المیعاد“ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا:

سیلِ غم میں گود لے بے تاب ہے

آنکھ دنیا کی مگر بے آب ہے

مئے نہیں تھا غافل یہ زہرِ ناب ہے

”گرچہ تو زندانیء اسباب ہے

قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ“

ہو مبارک تجھ کو یہ تیرا سفر

راہِ تکتے ہیں تیری شمس و قمر

منتظر ہے منزلِ فتح و ظفر

”اے مسلمان ہر گھڑی پیشِ نظر

آیہ ”لا یخلف المیعاد“ رکھ“ (۳۲)

۲۸۔ عشق کی علم پر فضیلت کا نظریہ :

ضربِ کلیم میں موجود علامہ اقبالؒ کے کلام جس میں علم کا ذکر ہے اور اہل نظر کی بات کی گئی ہے اسی کلام کے ساتھ عشق اور علم کا موازنہ کر کے ظفر عباس نے علم و عشق کے عنوان سے یہ نظم مخمس کے انداز میں اپنے مجموعہ کلام بازگشت میں شامل کی ہے۔ عشق کو بھی ایک فریق بنا کر ظفر عباس نے نظم میں اور بھی دلچسپی پیدا کر دی ہے اور مطالب میں غیر معمولی وسعت کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ وہ اپنی گرہ کے اشعار میں صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ علم کی مینا میں زندگی کی مستِ مئے شامل نہیں ہے۔ اگر زندگی کے مراحل کو کامیابی سے طے کرنا

ہے تو اس کیلئے کاروانِ شوق میں شامل ہو کر زندگی میں کامرانیاں حاصل کرتی ہیں۔ علم اگرچہ ایک منفعت بخش نعمت ہے مگر اس میں نسیان جیسی مصیبت بھی ہے۔ بقول اقبال "علم سے ہر چیز حاصل ہو سکتی ہے لیکن خود اپنا سراغ پا جانا مشکل ہے۔ علم اس دنیا کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔ لیکن عشق دل، جگر اور نگاہ بصیرت میں آباد رہتا ہے۔ عقل کو صحرائے زندگی میں بھٹکتے رہنے اور تلاشِ منزل میں سرگرداں رہنے کے باوجود منزل کا سراغ نہیں ملتا۔ عشق خود ہی راستہ ہے خود ہی منزل ہے خود ہی رہبر اور میرِ کارواں ہے لیکن عقل کے راستے میں جا بجا وہم و گماں کی رکاوٹیں موجود ہیں۔ ظفر کی نظم "علم و عشق" سے ایک بند ملاحظہ ہوں:

علم کی مینا میں کب ہے زندگی کی مست مے
زندگی کے مرحلے کر عشق کی قوت سے طے
کاروانِ عشق میں ذوقِ کچھ سفر اور ہے
”زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ“ (۳۳)

۲۹۔ کافر اور مومن کے مقاصدِ حیات میں فرق:

علامہ اقبالؒ کے ساتھ منازلِ بلند کی طرف پرواز کرتے ہوئے، ظفر عباس کا کافر اور مومن کے عزائم میں فرق کو مزید واضح کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کافر کا مقصد دولت کا حصول ہے جو اس کیلئے حد سے بڑا سرمایہ جاہ و جلال ہے لیکن مومن کیلئے سب بڑا سرمایہ حیاتِ دل بیدار ہے۔ جس کی رہنمائی پر لبیک کہتے ہوئے وہ خاک نشینی کی حالت میں بھی عرش کی رفعتوں میں اشدبِ خیال پر سوار رہتا ہے۔ وہ شہنشاہی اور سرداری کا طلبگار نہیں ہوتا بلکہ وہ فقیری میں بھی شاہی کرتا ہے۔ آخر میں مال و دولت دنیا کے طلب گاروں کو خطاب کرتے ہوئے پیغام دیتے ہیں کہ اپنے کم مایہ مقاصد کی طلب میں خاک بازی مت کرو کیونکہ تمہاری خاک اس خاک سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ اس میں دل پاک بیدار کرو لیکن پاک دل کیلئے نورِ بصیرت درکار ہوتا ہے۔ نظم ”کافر و مومن“ کا ایک بند ملاحظہ کریں:

کھول آنکھ تڑپ اور نہ اب تو تہیہ افلاک
اس خاک سے برتر ہے اے نادان تیری خاک
بے نورِ بصیرت ملے کیا تجھ کو دل پاک
”میں نے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرضِ کورنگاہی“ (۳۴)

مختصر یہ کہ۔ "بازگشتِ اقبال" ظفر عباس کے طبعی رجحان کی عکاس ہے۔ ہر محبِ اسلام انسان اور درد مند انسان کی طرح ظفر عباس کا مزاج طبع علامہ اقبالؒ کے بہت قریب اور ان سے ملتے جلتے ہیں۔ پھر حالاتِ حاضرہ جان کے شکنجے مناظر اور ہیبت ناک نظاروں نے ان کے دل

میں درد اور سوز و گداز بھی پیدا کر دیا ہے۔ اُردو کے علاوہ زبان فارسی اور زبان عربی کا مطالعہ بھی ان کے لیے اقبال کے ساتھ پرواز کی فضاء ہموار کرتا ہو رہا۔ پھر انہوں نے کلامِ اقبال کا کچھ مطالعہ بھی کیا بقول ان کے ”انہوں نے اقبال کا سرسری مطالعہ کیا ہے لیکن اسی سرسری مطالعہ نے ان کے اندر اقبال کا مزاج، میلانات سوز و گداز اور درد مندی کے جذبات بھر دیے اس کے علاوہ وہ سمجھتے ہیں کہ اقبال کے ساتھ یہ ہم خیالی اور اس کتاب کی اشاعت میں اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور مہربانی ان کے شامل حال رہی۔ مشہور نقاد اور ماہرِ تعلیم ڈاکٹر محمد سلیم چوہان کچھ یوں رقم طراز ہیں:

”ظفر عباس صاحب علامہ اقبالؒ کو اس لیے بھی پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ملت کو اخوت کا پیغام دیا ہمیں آج جس چیز کی سب زیادہ ضرورت ہے وہ اتحاد اور اخوت ہے جیسے علامہ اقبالؒ نے فرمایا :

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی

اخوت کی جہا نگیری محبت کی فروانی

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ تو رانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی

بس یہ ایک پیغام ہے جو آج ہر باشعور شخص دے رہا ہے کیونکہ ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ ملک پاکستان کو اگر منزل کی طرف لے جاتا ہے تو اسے اتحاد کی نعمت سے مالا مال کرنا ہو گا یہی پیغام اقبالؒ کا اور یہی ظفر عباس کا ہے۔“ (۳۵)

ظفر عباس خود اس کتاب کے مقصدِ تحریر کے بارے میں کتاب کے پیش لفظ کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

”امید ہے کہ یہ کتاب خوابیدہ دلوں کو بیدار اور بیدار دلوں کو ظلمتوں کے خلاف آمادہ پیکار کرے گی کیونکہ دلوں کی بیداری ہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔

دل بیدار ہے نوری، دل خوابیدہ ہے ناری

دل بیدار سرداری، دل خوابیدہ درباری

دل بیدار میں خونِ حیاتِ جاوداں جاری

”دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری

مس آدم کے حق میں کیسا ہے دل کی بیداری“ (۳۶)

حوالہ جات

۱ ظفر عباس: بازگشتِ اقبال: پیش لفظ امر ریاض ساجن کمپیوٹرز بھکر سن د، صفحہ نمبر ۷

۲ ایضاً

- ۳ ایضاً صفحہ نمبر ۸
- ۴۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، خط، بنام ظفر عباس
- ۵۔ ظفر عباس "بازگشتِ اقبال"، نظم، فقیر خانقاہی، صفحہ نمبر ۲۳-۲۸
- ۶۔ ایضاً، ص: ۶۸
- ۷۔ ایضاً، ص: ۹
- ۸۔ ایضاً، ص: ۱۱-۱۲
- ۹۔ ایضاً، ص: ۱۳
- ۱۰۔ ایضاً، ص: ۱۵-۱۶
- ۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۷
- ۱۲۔ ایضاً، ص: ۴۴-۴۵
- ۱۳۔ ایضاً، ص: ۵۶-۵۷
- ۱۴۔ ایضاً، ص: ۲۳-۲۴
- ۱۵۔ ایضاً، ص: ۲۵
- ۱۶۔ ایضاً، ص: ۲۸
- ۱۷۔ ایضاً، ص: ۳۴
- ۱۸۔ ایضاً، ص: ۳۷
- ۱۹۔ ایضاً، ص: ۳۶
- ۲۰۔ ایضاً، ص: ۳۹
- ۲۱۔ ایضاً، ص: ۴۰
- ۲۲۔ ایضاً، ص: ۴۱
- ۲۳۔ ایضاً، ص: ۴۶
- ۲۴۔ ایضاً، ص: ۴۸
- ۲۵۔ ایضاً، ص: ۵۰
- ۲۶۔ ایضاً، ص: ۵۲

- ۲۷۔ ظفر عباس، "بازگشتِ اقبال"، نظم، حرفِ شیریں، امر ریاض، ساجن کمپیوٹرز بھکر، ص: ۵۴
- ۲۸۔ ایضاً، ص: ۵۸
- ۲۹۔ ایضاً، ص: ۶۲
- ۳۰۔ ایضاً، ص: ۶۸
- ۳۱۔ ایضاً، ص: ۷۰
- ۳۲۔ ایضاً، ص: ۸۰
- ۳۳۔ ایضاً، ص: ۱۰۰
- ۳۴۔ ایضاً، ص: ۱۰۷
- ۳۵۔ محمد سلیم چوہان، تبصرہ بازگشتِ اقبال، روزنامہ بھکر ٹائمز، بھکر، مورخہ ۲۷ مارچ ۲۰۱۱ء
- ۳۶۔ ظفر عباس، "بازگشتِ اقبال"، پیش لفظ، امر ریاض، ساجن کمپیوٹرز بھکر، ص: ۸

References

1. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" Paish lafz Amar Riaz, Sajan Computers Bhakkar year not print page #7
2. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" Paish lafz Amar Riaz, Sajan Computers Bhakkar year not print page #7
3. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" Paish lafz Amar Riaz, Sajan Computers Bhakkar year not print page #8
4. Rafi ud din Hashmi letter to zafar Abbas
5. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#23
6. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#68
7. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#09
8. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#11
9. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#13
10. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#15
11. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#17
12. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#44
13. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#56
14. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#23
15. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#25
16. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#28
17. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#34
18. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#37
19. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#36
20. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#39
21. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#40
22. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#41
23. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#46
24. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#48

25. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#50
26. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Faqeer e Khankahi" page#52
27. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#54
28. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#58
29. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#62
30. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#68
31. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#70
32. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#80
33. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#100
34. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" poem "Harf e Sheree" page#107
35. Muhammad Salim Chohan "Tabsra ""Baazgasht e Iqbal" daily "Bhakkar Times" Dated 27th March 2011
36. Zafar Abbas "Baazgasht e Iqbal" Paish lafz Amar Riaz, Sajjan Computers Bhakkar year not print page #8